غزل

جناب سعادت نظیر

حاصلِ عمرِ دو روزہ عشق کا آزار ہے
زندگی کے راز سے واقف ترا بیمار ہے

شعلہ افشانیٔ نفس کی پھونکے دیتی ہے مجھے
رقتِ آہِ نیم شب سازِ لبِ گفتار ہے

پُھنک رہا ہے تن بدن، بےچین ہوں، بیتاب ہوں
آتشِ دوزخ ہے یا سوزِ فراقِ یار ہے

زندگی میں ہے اُجالا ہی اُجالا چار سو
دل میں روشن جب سے شمعِ حسرتِ دیدار ہے

عرصۂ ہستی کو میں سمجھا تھا صحنِ گلستاں
دو قدم چل کر جو دیکھا، وادیٔ پُرخار ہے

ہے شرر افشاں نفس تو آہ بھی ہے شعلہ بار
کس غضب کی آگ تجھ میں، اے دلِ بیمار ہے

کاش! میری جبہ سائی کا بھی عالم دیکھتا
وہ، مگر افسوس! مستِ بادۂ پندار ہے

بحر و بر ہو، دشت و در ہو یا زمین و آسماں
چشمِ بینا میں دو عالم جلوہ گاہِ یار ہے

مائلِ کردار تو کوئی نظر آتا نہیں
دیکھتا ہوں جس کو، وہ دلدادہ گفتار ہے

ہے اگر، اے ناخدا! ہمت تری طوفاں شکن
بحرِ پُر آشوب سے بھی تیرا بیڑا پار ہے

قطرہ قطرہ میری نظروں میں ہے بحرِ بے کراں
اے سعادت! ذرّہ ذرّہ مطلعِ انوار ہے۔